ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

محمد محسن خالد ❁

مرزا غالبؔ کی محاوراتی گرفت کا لسانی جائزہ: دیوانِ غالبؔ کے تناظر میں

Linguistic analysis of Mirza Ghalib's idiomatic grasp: In the context of Diwan-i Ghalib

By *Mohsin Khalid, Lecturer, Dept. of Urdu, Govt. Shah Hussain Assoc. College, Chohang, Lahore.*

ABSTRACT

Mirza Ghalib is a great poet. Ghalib handles all the technical elements of narration and innovation in his speech with perfect artistry and skill. Ghalib's interest in the matter of the proverbial industry has received special attention. This paper contains a linguistic analysis of Mirza Ghalib's idiomatic grasp. In this paper, the various uses of idioms in Mirza Ghalib's speech have been highlighted, and by analysing these idioms linguistically, it has been tried to clarify that the use of idioms in the tradition of classical ghazal is very healthy and balanced. The system of idioms in Ghalib's speech has been seen from a linguistic point of view. Also, a glossary of idioms used in Ghalib's Diwan and idioms devised by Ghalib has been arranged, which is a new addition to the art of idioms.

Keywords: Idiom industry, Classical ghazals, Phrasing, Persian Literature, Iranian tradition, Delhi, Talmeeh, Rekhta, Urdu language, Iham Goi and Linguistics.

مرزا غالب اپنے عہد کے بڑے شاعر تھے۔ متاخرین میں بھی ان کی بڑائی برابر تسلیم کی گئی ہے۔ مرزا غالب کے جملہ کلام میں موجود بیان و بدیع کے عناصر ولوازم کو ایک سند کی حیثیت حاصل ہے۔

❁ لیکچرر، شعبۂ اردو، گورنمنٹ شاہ حسین ایسوسی ایٹ کالج، چوہنگ، لاہور

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

مرزا غالب نے عربی، فارسی، اُردو، ہندی اور دیگر مقامی بولیوں، ٹھولیوں اور پراکتوں کا غائر مطالعہ کیا تھا۔ ان کی طبیعت میں بلا کی چُستی اور پُھرتی تھی جس سے تخلیق کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ انھوں نے ایک مدت تک خود کو اگرچہ فارسی زبان کے اسالیب کو تراشنے اور نکھارنے تک محدود کیے رکھا۔ "اپنے فارسی کلام کو گل ہائے رنگ رنگ کہنے اور ثابت کرنے کی ضد کے باوصف اِن کا اُردو کلام شہرتِ عام اور بقائے دوام کا باعث بنا۔"(۱)

مرزا غالب نے سخن میں جہاں موضوع کو کلیدی اہمیت دی ہے؛ وہاں موضوع کے اظہار میں بیان و بدیع کے جملہ عناصر کو بھی ایک خاص مقام پر رکھا ہے۔ غالب کا معاملہ یہ ہے کہ ان کا بڑے سے بڑا ناقد غالب کی تنقیدی جودت اور شاعرانہ ترمیم و تنسیخ کے شعوری ادراک کے آگے چھوٹا نظر آتا ہے۔" غالب نے خود احتسابی کی روایت کو جنم دیا ہے۔ اپنے دیوان کی ترتیب میں جس طرح فراخ دلی سے غالب نے اشعار کو حذف کیا ہے۔ یہ رجحان اور حوصلہ بہت کم شعرا کے ہاں دیکھنے کو ملتا ہے۔"(۲)

مرزا غالب کے دیوان میں زبان کی باریکیوں اور نزاکتوں کا ایک نگار خانہ موجود ہے۔ غالب کے مطالع اور مقاطع ایسے دیدہ زیب اور پُرکشش ہیں کہ غزل کے بقیہ اشعار کی بُنت میں سِرے سے کچھ نہ ہو؛ پھر بھی مطالع اور مقاطع غزل کی مجموعی فضا کے توازن کو زائل نہیں ہونے دیتے۔ غالب نے تشبیہات و استعارات سے دیوان کو مرصع کیا ہے۔ غالب کے ہاں تلمیح کا ایک زبردست نظام ملتا ہے۔ غالب کے صنائع بدائع اور کنائے بے حد خوب صورت اور معنی خیز ہیں۔ اسی طرح غالب نے محاورات کو اپنے کلام میں ایک خاص اہمیت دی ہے۔ نریش کمار لکھتے ہیں:

> مرزا غالب کے کلام میں محاورات کا استعمال ایک مستقل موضوع کی حیثیت سے رکھتا ہے۔ غالب اُردو زبان کی تراش خراش میں غیر معمولی دلچسپی لیتے تھے۔ اس کے ہاں کوئی لفظ ایسا موجود نہیں جو فنِ شعر اور ازنِ بلاغ سے محروم ہو۔ غالب نے اگرچہ مشکل لکھا لیکن اس کی مشکل پسندی اس کے فن پر کسی قسم کا سمجھوتا کرنے کی قائل نہیں۔(۳)

مرزا غالب نے فارسی ادبیات کا مطالعہ کر رکھا تھا۔ غالب نہ صرف کہنہ فارسی شعرا کے دواوین سے استفادہ کرتے تھے بلکہ اپنے ہم عصر شعرا کے کلام کو بھی گہری تنقیدی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس پر اپنی رائے کا اظہار بھی کرتے تھے۔

غالب کی محاوراتی گرفت کا جائزہ لینے سے پہلے محاورہ کے باب میں مختصر عرض ہے کہ محاورہ کی طرز ایسی ہے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

جس کے ذریعے زبان کی فصاحت میں شیرینی اور بلاغت میں ترسیل کی وسعت پیدا ہوتی ہے۔ محاورہ نثری اور شعری دونوں اصناف میں مستعمل ہے۔ اس طرزِ فکر میں ابلاغ و افہام کی ایسی طاقت موجود ہے جس سے نثار اور شعرا مشکل سے مشکل مضمون کو نہائت سے آسانی سے شعر کے قالب میں ڈھال لینے کی قدرت رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر شہباز ملک محاورے کی اس طرز فکر کے بارے میں لکھتے ہیں:

> محاورہ بول چال کی زبان کو نکھارنے کا کام کرتا ہے جس سے شعر کے سانچے میں ڈھلنے والی کیفیت کو ایک صورت ملتی ہے جو اپنا ایک جُدا مفہوم اور معنی تراشتی ہے۔ محاورہ کے ذریعے کہنے اور سُننے والے کے درمیان ایک منطقی تعلق پیدا ہوتا ہے جو معجزاتی طور پر مضمون کی فصاحت میں بلا کی توضیح بھر دیتا ہے جس سے محاورے کی اہمیت غیر معمولی ہو جاتی ہے۔(۴)

محاورہ کو مقولہ اور ضرب المثل سے جُدا کر کے دیکھنا چاہیے۔ محاورہ کی نثری اصناف میں زیادہ کھپت دکھائی دیتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نثّار؛ داستان، ناول، ڈراما اور افسانہ میں موضوع کی اہمیت کے پیش نظر کرداروں کا نفسیاتی جائزہ لیتے ہوئے ان کے جذبات و احساسات سے متصل کیفیات کو محاوراتی اُسلوب میں بیان کرتے ہیں جس سے قاری کا ذاتی تجربہ کہانی کے کردار سے منسلک ہو کر ایک ایسی فضا تشکیل دیتا ہے جس سے ادب معاشرے کا ترجمان بن جاتا ہے۔ شاعری میں یہ عنصر فقط شعری احساس کی تفہیم کے لیے مستعمل ہے۔

مقبول بیگ بدخشانی لکھتے ہیں:

> محاورہ بظاہر دو، تین الفاظ کا مجتمع ہوتا ہے جو اپنے اندر معنویت کا ایک خزینہ لیے ہے۔ محاورے میں مُدغم ہونے والی کیفیت، احساس، جذبہ اور تجربہ ایک اصول کے درجہ کا حامل ہے جس سے معاشرے کی مجموعی صورتحال کے متنوع نظام کا پتا چلتا ہے۔(۵)

ایک شاعر کی زبان پر گرفت کا پتا اس کے کلام میں زبان کے جملہ اسالیب کی مستعمل صورتوں سے چلتا ہے۔ شاعر کے کلام میں محاورات و تلمیحات کا استعمال کیا ہے۔ شاعر کے ہاں صنائع بدائع سے آشنائی کا رجحان کس نوع کا ہے۔ شاعر کے ہاں شعری صنعتوں کے التزام کا ادراک کس سطح کا ہے وغیرہ۔

شاعر کے ہاں تشبیہات و استعارات کا نظام ملتا ہے تو سمجھ لیجیے کہ شاعر کے کلام کو دوام مل کر رہے گا۔ زبان اپنے پیدا کرنے والی یعنی خلق کرنے والے کے ذریعے زندہ رہتی ہے۔ کسی زبان کو دائمی حیات صرف اِس صورت

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

میں مل سکتی ہے جب اس میں لکھنے والا زبان کے جملہ رموز و علائم سے کُلی واقفیت رکھتا ہو۔ مرزا غالب کے ہاں یہ تمام فنی امتیازات پوری شان اور آن سے ملتے ہیں۔

مرزا غالب سے پہلے بھی محاورات کے استعمال کا رجحان کلاسیکی شعرا کے ہاں ملتا ہے۔ محمد قلی قطب شاہ سے ولی دکنی تک سیکڑوں شعرا کے دواوین میں محاورات کا استعمال فراواں نظر آتا ہے۔ ولی دکنی کے دیوان کی دہلی میں آمد کے بعد ایہام گوئی کا رواج ولی دکنی کے کلام میں انھیں رموز و علائم کی طلسم کاریوں کی وجہ سے ہوا۔

دہلی اور لکھنؤ کے شعرا الفاظ کی ذو معنویت میں ایسے غرق ہوئے کہ شعر کی سادگی اور سلاست کو بھول گئے۔ میر تقی میر نے آ کر سہلِ ممتنع کے ذریعے ان کو شعر کہنا سکھایا اور محاورہ و روزمرہ کے استعمال سے بتلایا کہ شعر کیسے کہا جاتا ہے اور شعر میں دل کھول کر کیسے رکھا جاتا ہے۔ میر تقی میر کے اُسلوبِ شعری کو شعرا نے آنکھوں پر بٹھایا اور یہ سلسلہ غالب سے ہوتے ہوئے داغ دہلوی تک پہنچا جس نے محاورہ کی صنعت کو اوجِ کمال بخشا۔

غالب کے دیوان میں جو محاورہ استعمال ہوا ہے وہ اپنے تمام تر معنی اور جواز کے ساتھ آتا ہے۔ محاورے کی بُنت اور پیش کش کا انداز ایسا ہے کہ محاورہ کو شعر سے حذف کر دینے سے پورا شعر اپنے معنی سے محروم ہو جاتا ہے۔ بطور نمونہ یہ اشعار دیکھیں:

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

اہلِ ہوس کی فتح ہے ترکِ نبردِ عشق جو پاؤں اُٹھ گئے وہی ان کے علم ہوئے

گرچہ ہوں دیوانہ پر کیوں دوست کا کھاؤں فریب آستیں میں دشنہ پنہاں، ہاتھ میں نشتر کھلا

اسدؔ خوشی سے مرے ہاتھ پاؤں پھول گئے کہا جو اُس نے ذرا میرے پاؤں داب تو دے

مرزا غالب نے محاورات کو اپنے دیوان میں استعمال کر کے محاورے کی صنعت کو امتیاز بخشا ہے۔ غالب کے محاورات پر کام کرتے ہوئے میں نے محاورہ کے تعین کے لیے مستند لغات سے حوالہ دیا ہے۔ غالب نے محاورہ کو حسبِ ضرورت وضع بھی کیا ہے اور اس کی ظاہری شکل و صورت میں ترمیم بھی کی ہے۔ غالب کو زبان پر کُلی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

دسترس ہے۔ غالب کو جہاں مستعمل محاورہ نہیں ملا؛ وہاں محاورے کو وضع کر کے شعر کے قالب میں کھپا دیا۔ یہ امر بذاتِ خود متاخرین کے لیے سند بن گیا ہے۔

زبان کی تراش خراش اور بناوٹ کا عمل ایک شاعر کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ شاعر ضرورت کے تحت الفاظ بناتا ہے۔ دوسری زبان کے الفاظ میں تغیر کرتا ہے۔ انھیں اُردوانے کا فریضہ بھی انجام دیتا ہے۔ غالب کے ہاں یہ عنصر ہم عصر شعرا کی نسبت زیادہ دکھائی دیتا ہے۔" غالب نے فارسی ادبیات کے روایتی موضوعات اور اسالیب کو ولی دکنی کے بعد اُردو زبان میں ڈھالنے اور رواج دینے کی کوشش کی ہے۔"(۶)

مرزا غالب کے دیوان میں موجود محاورات کی اہمیت و افادیت ایک خاص امتیاز رکھتی ہے۔ یہ اتنا بڑا کام ہے کہ اس پر کتاب ترتیب دی جاسکتی ہے۔ اس مقالہ میں محاورات کو الف بائی ترتیب سے لسانیاتی تناظر میں پرکھا گیا ہے۔ غالب نے محاورہ کو جس سیاق و سباق میں برتا ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ اُسی سیاق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے محاورے کی لسانیاتی اہمیت اور موضوعی وسعت کو واضح کیا جائے۔

ذیل میں کلامِ غالب میں مرزا غالب کی محاوراتی گرفت کا ایک فرہنگ ترتیب دیا گیا ہے جس کی ترتیب یوں ہے کہ شعر سے محاورہ کو الگ کر کے انڈر لائن کیا گیا ہے۔ محاورہ کی سند کے لیے مستند لغات کو بطور حوالہ شامل رکھا گیا ہے۔۔ جس محاورے کی سند لغات سے دستیاب نہیں ہوسکی۔ اُس محاورے کو کلاسیکی شعرا کے دواوین میں کثرت سے مستعمل ہونے پر بطور حوالہ محاورہ کی ذیل میں شامل کیا گیا ہے۔ محاورہ کا لغوی اور موضوعی مفہوم شعر کے الحاقی مفہوم سے بطور تقابل بھی تحریر کیا گیا ہے۔

غالب کے دیوان میں جس شعر سے محاورہ اخذ کیا گیا ہے؛ اُس شعر کو بطور حوالہ درج کیا گیا ہے۔ نیز شعر کی دیوان میں موجودگی کا بعینہ حوالہ دیا گیا ہے۔ کوشش کئی گئی ہے کہ غالب نے محاورہ کو شعر میں جس سیاق اور تناظر میں برتا ہے۔ اُسے مزید گھول کر مختصر الفاظ میں واضح کیا گیا ہے جس سے قاری کے لیے محاورہ کو سمجھنا نسبتاً آسان ہو گیا ہے۔

الفِ (ممدودہ)

آتش برسنا۔ (فیروز اللغات، دیوان غالب: ۲۶)۔ [ناقابل برداشت صورتحال میں گھرنا]

؎ مجھے اب، دیکھ کر ابرِ شفق آلودہ، یاد آیا / کہ فُرقت میں تری، آتش برستی تھی گلستاں پر

آرام سے ہونا۔ (جدید اُردو لغت، دیوان غالب: ۸۵)۔ [نتیجہ سے باخبر ہونا، مطمئن ہونا]

؎ حُسن غمزے کی کشاکش سے چُھٹا میرے بعد / بارے آرام سے ہیں اہلِ جفا میرے بعد

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

آتش بجھانا۔(فیروز اللغات، دیوان غالب:۸۶۱)۔[آگ ٹھنڈی کرنا، جذبات برانگیختہ کر لینا]

؎ عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب/کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

آگے چلنا۔(ا۔ل۔ت، دیوان غالب:۶۵۱)۔[پیش قدمی کرنا، وارفتگی کے عالم میں سبقت لیے ہونا]

؎ عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہیں ہم آگے/کہ اپنے سائے سے سر پانو سے ہے دو قدم آگے

آنکھ سے لہو ٹپکنا۔(ہندوستانی محاورے، دیوان غالب:۸۵۱)۔[شدید گریہ زاری کرنا، آبدیدہ ہونا]

؎ رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل/جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

آنکھیں دکھانا۔(فیروز اللغات، دیوان غالب:۱۸۱)۔[نظارہ کروا دینا، روبرو بے نقاب ہو جانا (مجازاً)]

؎ منہ نہ دکھلاوے، نہ دکھلا، پر بہ اندازِ عتاب/کھول کر پردہ ذرا آنکھیں ہی دکھلا دے مجھے

آئینہ سبز ہونا۔(فرہنگ ولی، دیوان غالب:۱۵)۔[خوشحالی اور شادابی کا نمو پذیر ہونا]

؎ تا کہ تجھ پر کھلے اعجازِ ہوائے صیقل/دیکھ برسات میں سبز آئینے کا ہو جانا

غالب نے فارسی زبان کے بیشتر محاورات کو اُردو کے قالب میں خوب صورت انداز میں ڈھالا ہے۔ غالب نے روایتی انداز میں نامہ بری کے تصور کو خوب صورت انداز میں محاورے کے کینوس میں سمو دیا ہے۔ غالب کے ہاں وارفتگی کا یہ عالم محاورے میں جس طرح باندھا گیا ہے، یہ شاعرانہ رفعت کا یہ اعجاز صرف غالب کے ہاں نظر آتا ہے۔ محبوب کو سر عام بے نقاب دیکھنے کی خواہش کا ذکر غالب کے ہاں ملتا ہے۔ محبوب کی نرگسیت کے آگے برہنگی چہرگی کی فروزنی مات کھا جاتی ہے۔

الف (مقصورہ)

اپنا سا منہ لے کے رہ جانا۔(فرہنگ غالب، دیوان غالب:۵۴)۔[انتہائی شرمندہ ہونا، خلاف توقع معاملہ ہونا]

؎ آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے/صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

اپنے کو دیکھنا۔وضع۔(دیوان غالب:۲۱۱)۔[اپنی اصلیت و وقعت پر غور کرنا (طنزاً)]

؎ اپنے کو دیکھتا نہیں، ذوقِ ستم تو دیکھ/آئینہ تا کہ دیدۂ نخچیر سے نہ ہو

اپنی آگ کے خس و خاشاک ہونا۔(وضعِ غالب۔دیوان غالب:۴۸۱)۔[اپنے آپ میں فنا ہو جانا، آلام عشاق سے خود کو بے نیاز کر لینا]

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ے پوچھے ہے کیا وجود و عدم اہلِ شوق کا/ آپ اپنی آگ کے خس و خاشاک ہو گئے

اپنی قسم آپ ہونا۔ (محاورات آتش، دیوان غالب: ۱۸۴) ۔[خود گواہ ہو جانا، اپنے تئیں شاہد ہونا]

ے ہستی ہماری اپنی فنا پر دلیل ہے/ یاں تک مٹے کہ آپ ہم اپنی قسم ہوئے

اِترائے ہوئے پھرنا۔ (ع۔اُر۔ل۔ج، دیوان غالب: ۱۵۸) ۔[شیخی میں آنا، غرور و تفاخر میں حد سے گزرے ہونا]

ے ہوا ہے شہ کا مصاحب، پھرے ہے اِتراتا/ وگرنہ شہر میں غالبؔ کی آبرو کیا ہے

ارمان نکلنا۔ (اُ۔ل۔ت، دیوان غالب: ۱۹۰) ۔[آرزو پوری نہ ہونا، کسک رہ جانا، تشنگی باقی رہنا]

ے ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے/ بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

اُستاد ہونا۔ (فیروز اللغات، دیوان غالب: ۳۴) ۔[ماہر ہونا، فن میں یکتا ہونا (کنایتاً)]

ے ریختے کے تمھی اُستاد نہیں ہو غالبؔ/ کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میرؔ بھی تھا

غالب کے ہاں فارسی کی آمیزش بعض اوقات پورے محاورے کو اپنے اثر میں لے لیتی ہے۔ غالب کے ہاں فارسیت کا اثر دیگر مقامی بولیوں، پراکرتوں اور لہجوں سے بڑھ کر ملتا ہے۔ محبوب کی ستم دیدگی کو دیدۂ نخچیر سے مماثل کر کے غالب نے ہرجائی پنے کو خوب صورتی سے واضح کر دیا ہے۔ غالب کے رویے اور شعر کے الفاظ کی بُنت سے غالب کا میرؔ سے تشکیک آمیز حسد محسوس کیا جا سکتا ہ؛ جسے رشک بھی کہا جا سکتا ہے۔

اِس رنگ سے۔ (وضع۔ دیوان غالب: ۱۸۴) ۔[نفرین آمیز انداز سے، عبرت بھری روش سے]

ے اِس رنگ سے اُٹھائی کل اُس نے اسدؔ کی نعش/ دُشمن بھی جس کو دیکھ کے غمناک ہو گئے

اک بات ہے۔ (وضع غالب۔ دیوان غالب: ۱۸۲) ۔[عام بات ہے، معمولی واقعہ ہے]

ے اِک کھیل ہے اورنگِ سلیمانؑ مرے نزدیک/ اِک بات ہے اعجازِ مسیحاؑ مرے آگے

اگلے وقتوں کے (لوگ) ہونا۔ (فرہنگ میرؔ، دیوان غالب: ۸۰) ۔[پرانے زمانے کے ہونا، کُہنہ روایات کے پیرو ہونا]

ے اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ، انھیں کچھ نہ کہو/ جو مے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہیں

انتقام لینا۔ (اُردو محاورے، دیوان غالب: ۱۰۲) ۔[تنگ کرنا، چھیڑنا (طنزاً) خدمت کروانا]

ے اِن پری زادوں سے لیں گے خُلد میں ہم انتقام/ قدرتِ حق سے یہی حوریں اگر واں ہو گئیں

(ایسی) بات ہونا۔ (وضع۔ دیوان غالب: ۱۴۲) ۔[سبب ہونا، مصلحت ہونا، وجہ ہونا]

ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

؎ ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں/ ورنہ کیا بات کرنہیں آتی

ایک نہ شُنید ن[ایک نہ سننا]۔(دیوان غالب:۳۸)۔[مطلق پروانہ ہونا، حد درجہ بے مروت ہونا]

؎ میں اور صد ہزار نوائے جگر خراش/تو اور ایک وہ نشنیدن کہ کیا کہوں

غالب نے اعجاز مسیحا کو ایک بات یعنی معمولی بات کہ کر اس تلمیح کو مزید مختلف زاویے سے دیکھنے کا دَر کھول دیا ہے۔ یہ وصف صرف غالب کے ہاں ہے کہ معمولی کو غیر معمولی اور غیر معمولی اور معمولی بات بنا لیتے ہیں۔ غالب نے مذہبی پس منظر کی حامل اس حور نما تصوراتی مخلوق جسے قدرتِ حق نے جنت میں مردوں کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ غالب اسے محبوبِ بے مروت سے منسوب کر کے کیا خوب صورت نکتہ تراشا ہے۔ غالب اپنے عہد کی زبان تھے ا۔ غالب نے کہنہ روایات وتصورات کو کس قدر غائر نظر سے مشاہدہ کیا تھا۔ غالب کا فارسیت زدہ شعری اُسلوب اُردو زبان پر اپنا دبیز اثر رکھتا ہے جس کی جھلک ان کے بیشتر اشعار اور غزلیات میں جا بجا نظر آتی ہے جس سے بعض اُوقات طبیعت اُوب جاتی ہے۔

ب

باتیں (کھود کھود کے) پوچھنا۔(وضعِ غالب، دیوان غالب:۲۱۷۔[اپنے تئیں ڈھٹائی آمیز رویہ اختیار کرنا]

؎ تم اپنے شکوے کی باتیں نہ کھود کھود کے پوچھو/ حذر کرو مرے دل سے کہ اس میں آگ دبی ہے

باعث کھلنا۔(اُر۔ل۔ت۔ دیوان غالب:۳۱۱۔[وجہ معلوم ہونا، راز افشا ہونا، حقیقت کا علم ہونا]

؎ لکھنؤ آنے کا باعث نہیں کھلتا، یعنی/ ہوسِ سیر وتماشا، سو وہ کم ہے ہم کو

برابر ہونا۔(ع۔اُر۔ل۔ج، دیوان غالب:۱۰۱۔[وقعتِ معتبر ہونا، لائقِ داد مرتبہ لیے ہونا]

؎ کرتے ہو مجھ کو منع قدم بوس کس لیے/کیا آسمان کے بھی برابر نہیں ہوں میں

مذکورہ محاورات میں غالب کی لسانیاتی اُٹھان اپنے اوج کو چھو رہی ہے۔ ان کے ہاں جذبات و معاملات کی توضیحات کے لیے الفاظ وتراکیب میں حذف واضافہ اور تارید کا عنصر تسلسل سے ملتا ہے۔ باعث کھلنا محاورہ دہلی میں عوامی بول چال کی زبان میں رائج تھا۔ غزل میں اس کا استعمال بکثرت ملتا ہے۔ غالب نے اسے منفرد اور جمالیاتی آہنگ میں استعمال کیا ہے۔ شعراء آسمان کو اپنا حریف گردانتے ہیں۔ غالب کے ہاں اس تصور کے برعکس اپنی ذات کے تشخص کا تفاخر نظر آتا ہے جو انھیں اپنی نگاہ میں آسمان کی برابری کا حوصلہ دیتا ہے۔

بن جانا۔(محاورات غالب، دیوان غالب:۸۶۱)۔(شدت آرزو میں مبتلا ہونا، دید کی ادید میں بے چین ہوجانا)

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

؎ میں بلاتا تو ہوں اُس کو مگر اے جذبہ دل/ اُس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے
بو ہونا۔(اُردو محاورے، دیوان غالب: ۱۳۰)۔[آثار ہونا، ہونے کا شائبہ ہونا، دکھائی دے جانا]
؎ اُسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا/ جو دُوئی کی بُو بھی ہوتی تو کہیں دو چار ہوتا
بس چلنا۔(مذہب اللغات، دیوان غالب: ۱۸۳)۔[اختیار ہونا، دسترس میں ہونا، رسائی ہونا]
؎ سادگی پر اُس کی مرجانے کی حسرت دل میں ہے/ بس نہیں چلتا کہ پھر خنجر کفِ قاتل میں ہے
بلائیں تمام ہونا۔(اُردو محاورے، دیوان غالب: ۱۴۱)۔[مصائب و آلام دور ہونا، خلاصی پانا]
؎ ہو چکیں غالبؔ بلائیں سب تمام/ ایک مرگِ ناگہانی اور ہے
بھیس بنانا۔(فیروز اللغات، دیوان غالب: ۹۰)۔[وضع اختیار کرنا، سوانگ رچانا]
؎ بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ/ تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

غالبؔ کے ہاں درماندگی کی نسبت عاجزی میں فروتنی کا عنصر زیادہ فراواں دکھائی دیتا ہے۔ان کی عاجزگی اور فکری تموج میں ایک خاص طرح کی نسبت ہے جو مذکورہ محاورت میں محسوس کی جا سکتی ہے۔غالب کے ہاں معاملہ بندی کے موضوعات کے بیان میں ایک خاص طرح کا سلیقہ موجود ہے جو ان کی شاعری کو پرت در پرت کھولنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔غالب کے ہاں غم والم کا بیان اپنی تمام تر تعمیری مضمرات کے ساتھ جلوہ گری کا تسلسل پیش کرتا ہے۔یوں لگتا ہے کہ غالب کو رنج و آلام کی لت لگ گئی ہے۔جس سے چھٹکارا پا کر بھی اُن ہی کے طلب گار رہتے ہیں۔اہلِ کرم کا تماشا شعری حسّیت کا غماز بن گیا ہے۔

پ

پانی ہوا ہو جانا۔(اُردو محاورے، دیوان غالب: ۱۵)۔[نمی باقی نہ رہنا، آثار مٹ جانا]
؎ ضعف سے گریہ مبدّل بہ دمِ سرد ہوا/ باور آیا ہمیں پانی کا ہوا ہو جانا
پاؤں اُٹھ جانا۔(اُ۔ل۔ت، دیوان غالب: ۱۸۴)۔[ثابت قدم نہ رہنا، فرار اختیار کرنا]
؎ اہل ہوس کی فتح ہے ترکِ نبردِ عشق/ جو پانو اُٹھ گئے وہی ان کے علَم ہوئے

پاؤں اُٹھ جانا؛ محاورہ اپنے دامن میں افلاک ایسی وسعت لیے ہوئے ہے۔عشق کے حصول اور راستے کی مشکلات کے آگے حوصلے کی شکستگی اور غالب کا بیان، شعر کی حسّیت اور محاورے بُنت کا لطف اُٹھانے کا ماحول پیدا کر رہا ہے۔غالب کی فکری اُٹھان اور شاعرانہ اُسلوب اس قدر دل آویز اور پُراثر ہے کہ شعر موزوں کرتے ہوئے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ذرا سا بھی جھول محسوس نہیں ہوتا۔

پاؤں دابنا۔(محاورات داغ، دیوان غالب:۲۱۱)۔[خدمت کرنا، فریفتگی کے مارے ہونا]

؎ بھاگے تھے ہم بہت سو اب اُس کی سزا ہے یہ/ ہو کر اسیر دابتے ہیں راہزن کے پاؤں

پاؤں زخمی ہونا۔(اُردو محاورے، دیوان غالب:۱۷۹)۔[چلنے پھرنے سے معذور ہونا، فریفتگی سوا ہو جانا(مجازاً)]

؎ ہوئے ہیں پاؤں ہی پہلے نبردِ عشق میں زخمی/ نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے، نہ ٹھہرا جائے ہے مجھ سے

پاؤں ہلنا۔(اُ-ل-ت، دیوان غالب:۲۱۱)۔[بے چینی اور اضطراب سوا ہونا(کنایتاً)]

؎ اللہ رے ذوقِ دشت نوردی، کہ بعدِ مرگ/ ہلتے ہیں خود بخود مرے، اندر کفن کے پاؤں

پتھر گھسنا۔(ج-اُر-ل-ج، دیوان غالب:۵۶)۔[انتہائی مشقت کرنا، ناقابل شکست سعی کرنا]

؎ مٹ جائے گا سر گر ترا پتھر نہ گھسے گا/ ہوں در پہ ترے ناصیہ فرسا کوئی دن اور

پکڑے جانا۔(فیروز اللغات، دیوان غالب:۳۴)۔[بے گناہ عتاب میں آجانا، قصوروار ٹھہرائے جانا]

؎ پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق/ آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا

پُر ہونا۔(محاورات آتش، دیوان غالب:۱۵۷)۔[خفگی سے بھرا ہونا، رنجیدگی لیے ناراض ہونا]

؎ پُر ہوں میں شکوے سے یوں، راگ سے جیسے باجا/ اک ذرا چھیڑیے، پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے

پیمان وفا باندھنا۔(محاورات داغ، دیوان غالب:۱۲۵)۔[تا دمِ مرگ ساتھ نبھانے کا عہد کرنا]

؎ عمر بھر کا تو نے پیمانِ وفا باندھا تو کیا/ عمر کو بھی تو نہیں ہے پائداری ہائے ہائے

غالب اس لیے غالب ہیں کہ ان کے ہاں ہر قسم کے حزنیہ اور نشاطیہ موضوع کو بیان کرنے کا سلیقہ موجود ہے۔غالب کی فکر انتہائی سہولت کے ساتھ شعری مزاج و خیال کا حصہ بن جاتی ہے۔غالب کو پڑھتے ہوئے تخیلی تصور زمین سے اُٹھ کر محوِ پرواز محسوس ہوتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے پاؤں زمیں پر اور تصور اوجِ ثریا پر متمکن ہے۔ اوجِ کمال کو پہنچا ہوا یہ تخیل ہنوز غالب ہی کا دیکھا ہے۔

ت

تصویر کھینچنا۔(اُ-ل-ت، دیوان غالب:۱۲۸)۔[(دلی کیفیت کا) نقشہ تراشنا]

؎ آنکھ کی تصویر سَر نامے پہ کھینچی ہے کہ، تا/ تجھ پہ کُھل جاوے کہ اس کو حسرتِ دیدار ہے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

تفرقہ مٹنا۔ (دیوان غالب: ۱۹۳) ۔ [نفاق فرو ہو جانا، اختلاف باقی نہ رہنا]

؎ فردا و دی کا تفرقہ یک بار مٹ گیا/کل تم گئے کہ ہم پہ قیامت گزر گئی

غالب نے شعر میں خوب صورت شعری اُسلوب کی رمزیت کو نسائی جذبے سے ہم آہنگ کر کے غالب نے محاورے کے فن کو غیر معمولی بنا دیا ہے۔ غالب کے ہاں محبوب کی مجوبیہ تفرقہ بازی کا سبب ہے جن سے ہاتھ اُٹھا لینے کی روش قیامت کے گزرنے کا اندیشہ ظاہر کرتی ہے۔

تماشا دکھانا۔ (اُ۔ل۔ت، دیوان غالب: ۱۲) ۔ [ثابت کر دینا، کہے کو سچ کر دکھانا]

؎ دکھاؤں گا تماشا، دی اگر فرصت زمانے نے/مرا ہر داغِ دل اک تخم ہے سرو چراغاں کا

مذکورہ محاورے سے غالبؔ کی منتقم مزاجی کا پتا چلتا ہے۔ وہ ایک عام انسان کی طرح دُنیا کو دیکھتے ضرور ہیں مگر ان کا برتاؤ عام کی نسبت منفرد اور جُدا ہوتا ہے۔ غالب نے مذکورہ محاورے کو مضمون کی آفاقی پروازِ بے کراں سے اُٹھا کر کہاں بٹھا دیا ہے۔

تُو کیا ہے!۔ (وضع غالب، دیوان غالب: ۱۵۸) ۔ [تیری حیثیت کیا ہے، تمھاری وقعت کیا ہے۔]

؎ ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے/تمھی کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے

تہمتیں تراشنا۔ (محاورات داغ، دیوان غالب: ۱۳۳) ۔ [الزام تراشیاں کرنا، موردِ الزام ٹھہرانا]

؎ کس روز تہمتیں نہ تراشا کیے عدُو/کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کیے

کلاسیکی غزل کی جملہ روایت میں معشوق کے آگے عاشق کی مجال نہیں تھی کہ وہ کچھ کہہ سکے۔ غالب پہلا شاعر ہے جس نے محبوب کو "تو، جو، کیا ہے، کیوں ہے، ایسا ہے، ویسا ہے، اس لیے، جب کہ، تم، ہمیں" وغیرہ کلماتِ استفہام سے برابری کی فضا پیدا کی ہے۔ غالب نے کلمات استفہام کو محاوراتی اُسلوب میں کامیابی سے برتا ہے جس سے جذبات کی ترسیل نہایت سبک اور سہل انداز میں ممکن ہوئی۔ نیز غالب نے "تو کیا ہے، تم سے ایک دو ہونا اور تماشا دکھانا" محاورات میں اپنی انائی نرگسیت کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور فنی تلازموں کو خوب صورت شعری پیراہن بھی عطا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

ج

جا رہنا۔ (فرہنگ اثر، دیوان غالب: ۲۲۱) ۔ [وَقعت رہنا، اختیار رہنا، رسائی ہونا]

؎ تا، ہم کو شکایت کی بھی باقی نہ رہے جا/سُن لیتے ہیں، گو ذکر ہمارا نہیں کرتے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

جلنا۔(فیروز اللغات، دیوان غالب:۱۶)۔[حسد کرنا، کُڑھنا، بے بسی پر رنجیدہ ہونا]

ے کیوں جل گیا نہ تابِ رُخِ یار دیکھ کر/ جلتا ہوں اپنی طاقتِ دیدار دیکھ کر

جی بیزار ہونا۔(فیروز اللغات، دیوان غالب:۸۲۱)۔[انتہائی یاسیت کا عالم ہونا، بے بسی سوا ہو جانا]

ے مجھ سے مت کہ تو ہمیں کہتا تھا اپنی زندگی/ زندگی سے بھی مرا جی ان دنوں بیزار ہے

غالب کے ہاں انانیت اور خودداری حدردرجہ بڑھی ہوئی ہے جس کا ذکر رقیب سے رشک کا معاملہ تشکیک آمیز ہونے کے باوجود پُر لطف ظرافت کا مزہ دیتا ہے۔ غالب کے ہاں خودادری اور انانیت کا جذبہ کبھی سرگراں نہیں ہوتا؛ حتیٰ کہ یاسیت کی گرواٹ زدہ صورت احوال میں بھی یہ خود کو دوش دینے کی بجائے اوروں کو اپنی موجودہ کیفیت کی غمناکی کا قصور ٹھہراتے ہیں۔

جی ڈھونڈنا۔(فرہنگ میرؔ، دیوان غالب:۱۳۲)۔[جستجو میں ہونا، تلاش و آرزو میں ہونا]

ے جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن/ بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیے ہوئے

جی میں آنا۔(ل۔ت، دیوان غالب:۱۰۲)۔[خواہش پیدا ہونا، بے چینی آمیز شوخی سوجھنا]

ے تھیں بنات النّعش گردوں دن کو پردے میں نہاں/ شب کو ان کے جی میں کیا آئی کہ عُریاں ہو گئیں

چ

چپکے چپکے دیکھنا۔(تصرف غالب، دیوان غالب:۵۵)۔[خاموشی سے، پوشیدگی سے دیکھنا، کن انکھیوں سے دیکھنا]

ے چپکے چپکے مجھ کو روتے دیکھ پایا ہے اگر/ ہنس کے کرتا ہے بیانِ شوخئ گفتارِ دوست

چل نکلنا۔(وضع غالب۔ دیوان غالب:۱۵۹)۔[شوخی کرتے، شُغل کرتے، اٹکھیلیاں کرتے]

ے میں اُنھیں چھیڑوں، اور کچھ نہ کہیں/ چل نکلتے جو مَے پیے ہوتے

غالب نے محبوب کی بے مروتی اور دوست کی غماز آمیز طرفداری کا خوب نقشہ کھینچا ہے۔ مضمون کی نزاکت اور شوخی کی شدت کو ''چل نکلے'' کے محاوراتی اُسلوب میں وسیع تناظر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ غالب کو الفاظ کے استعمال اور اس کی صرفی و نحوی تارید کا گہرا علم تھا جس کا مشاہدہ ان کے بیسیوں اشعار میں دیکھا جا سکتا ہے۔

چین دینا۔(فرہنگ میرؔ، دیوان غالب:۳۶)۔[آرام دینا، راحت پہنچانا]

ے لیتا، نہ اگر دل تمھیں دیتا، کوئی دم چین/ کرتا، جو نہ مرتا، کوئی دن آہ و فغاں اور

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

غالب کے ہاں [دل دینے] اور [دل دینے] کے معاملات اتنے دلکش اور پُر تاثیر ہیں کہ بکثرت اشعار میں مکرر آنے کے باوصف ان میں ایک طرح کی جاذبیت اور انوکھا پن موجود ہوتا ہے جن سے حذ اُٹھانا قاری کے لیے ناگزیر ہوجاتا ہے۔

ح

حد چاہنا۔(محاورات نکہت، دیوان غالب:۱۰۱)۔[رعایت طلب کرنا، نرمی کا تقاضا کرنا]

ے حد چاہیے سزا میں عقوبت کے واسطے/ آخر گناہ گار ہوں، کافر نہیں ہوں میں

حساب میں رکھنا۔(فیروز اللغات، دیوان غالب:۱۹)۔[شمار میں ہونا، ذہن میں نقش ہونا]

ے کب سے ہوں، کیا بتاؤں، جہانِ خراب میں/ شب ہائے ہجر کو بھی رکھوں گر حساب میں

غالب مذہبی معاملات میں سطحی سوچ کے مالک نہیں ہیں بلکہ اپنی ایک آزادانہ رائے رکھتے ہیں جس کا اظہار ان کے بکثرت اشعار میں نظر آتا ہے۔غالب کے ہاں دُنیا سے بے زاری اور افسردگی کا پہلو یاسیت آمیز نہیں بلکہ نشاطیہ عنصر لیے ہوئے ہے۔ان کے ہاں مذہبی اعتقادات کے حوالے سے ایک خاص طرح کا تصور ملتا ہے۔

حسرت جانا۔(ج۔اُر۔ل۔، ج دیوان غالب:۸۷)۔[آرزو مٹ جانا، حسب توقع کچھ بھی نہ مل سکنا]

ے حسرتِ لذتِ آزار ہی جاتی ہے/ جادۂ راہِ وفا جُز دمِ شمشیر نہیں

غالب کے ہاں حسرت کے مقابلے میں آرزو کی نااُمیدی کا ذکر زیادہ ملتا ہے۔حسرت تعمیر کا پہلو ان کے خانگی و معاشی حالات کے دِگرگُوں ہونے کی وجہ سے ان کے اشعار و خطوط میں نمایاں ملتا ہے۔

حق ادا ہونا۔(فرہنگ غالب، دیوان غالب:۶۳)۔[فرض کی احسن تکمیل ہونا، تقاضاے بشری ادا ہونا]

ے جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی/ حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

خ

خاک میں لے جانا۔(ع۔اُر۔ل۔ج، دیوان غالب:۸۲)۔[حسرت پوری نہ ہونا، تشنہ آرزو لیے مرجانا]

ے لے گئے خاک میں ہم داغِ تمناے نشاط/ تو ہو اور آپ بہ صد رنگِ گلستاں ہونا

خاک پہ جبیں گھسنا۔(وضعِ غالب۔ دیوان غالب:۲۸۱)۔[انتہائی گراوٹ و شرمساری میں مبتلا ہونا، اپنی کم مائیگی و بے وقعتی کا سامنا ہونا]

ے ہوتا ہے نہاں گرد میں صحرا مرے ہوتے/ گھستا ہے جبیں خاک پہ دریا مرے آگے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

خبر گرم ہونا۔(اُردو محاورے، دیوان غالب: ۳۳)۔[چہار سو چرچا ہونا، ہر ایک کی زبان پر جاری ہونا]

؎ تھی خبر گرم کہ غالبؔ کے اُڑیں گے پُرزے/ دیکھنے ہم بھی گئے پہ تماشا نہ ہوا

غالب نے معشوق کے ہاتھوں قتل ہونے کی خبر کو محاورے کی زبان میں کیا ہی سلجھے ہوئے انداز میں بیان کیا ہے۔ ان فنی لیاقت کو سراہے بغیر چارہ نہیں ہے۔ محبوب کی مجوبانہ ادا کو پردہ داری سے نسبت دے کر غالب نے عشق کو رُسوا ہونے سے بچا لیا ہے۔

خرابی چاہنا۔(فیروز اللغات، دیوان غالب: ۸۲)۔[تباہی چاہنا، بربادی کی خواہاں ہونا]

؎ گریہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانے کی/ در و دیوار سے ٹپکے ہے بیاباں ہونا

خون ہو کر جگر آنکھ سے پٹکا۔(وضعِ غالب۔ دیوان غالب: ۱۹۸)۔[انتہائی اذیت سے گزرنا، ناقابل برداشت تکلیف سہنا]

؎ خوں ہو کے جگر آنکھ سے ٹپکا نہیں اے مرگ/ رہنے دے مجھے یاں، کہ ابھی کام بہت ہے

یہ محارہ غالب کی خانگی اور سماجی زندگی کے شب و روز حالات کی سنگینی کے اُتار چڑھاو کی ترجمانی کر رہا ہے کہ کس طرح غالب نے زندگی کے تلخ و شیریں دور کو دیکھا اور سہا۔ غالب کے ہاں تصورِ محبت کو لے کر ایک خاص طرح کا تاثر ملتا ہے جو اپنے تئیں تفاخر اور مردم انائی کا غماز ہے۔ غالب کے ہاں محبوب سے معاملہ جوئی مشکل سے نظر آتی ہے بہ نسبت تشکیک و تطبیق کے۔

خو ڈالنا۔(جامع الامثال، دیوان غالب: ۱۳۱)۔[روش اختیار کرنا، شغل اپنانا]

؎ ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے/ بے نیازی تری عادت ہی سہی

د

دبستان کھلنا۔(وضعِ غالب۔ دیوان غالب: ۲۰۱)۔[شکایتوں اور آہ و فُغاں کا بازار گرم ہونا]

؎ میں چمن میں کیا گیا، گویا دبستاں کھل گیا/ بُلبلیں سُن کر مرے نالے غزل خواں ہو گئیں

دست و پاؤں مارنا۔(وضعِ غالب۔ دیوان غالب: ۲۰۷)۔[کوشش کرنا، سعیِ بسیار کرنا]

؎ گر ترے دل میں ہو خیال، وصل میں شوق کا زوال/ موج، مُحیطِ آب میں مارے ہے دست و پا کہ یوں

''داغوں کی'' بہار دکھانا۔(فرہنگ ذوقؔ، دیوان غالب: ۶۱)۔[کثرت رنجوری کا اظہار کرنا]

غالب نے مذکورہ محاورے میں دل کی بے بسی و لاچاری کی حالت کا جو نقشہ طنزیہ بہار سے نسبت دے کر

ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

کھنچا ہے؛ وہ ان کی شعری اُٹھان کا پتا دیتا ہے۔ ہفت آبی کا تصور ایرانی ثقافت میں شامل رہا ہے۔ غالب کے ہاں ذوقِ معاصی کی سَیری ہفت آبی سے دامن کی تشنگی کا سبب بن گئی ہے۔ غالب کے ہاں مشکل سے مشکل فکر و فلسفہ کو سہل الفاظ و محاورات میں بیان کرنے کا سلیقہ بہت منفرد اور منجھا ہوا ہے۔

؎ دل نہیں، تجھ کو دکھا تا ورنہ داغوں کی بہار/ کچھ خیال آیا تھا وحشت کا کہ صحرا جل گیا

دامن بھرنا۔(ع۔اُر۔ل۔ج،دیوان غالب:۱۰۸)۔[مطلوب چیز سے سَیر ہو جانا،حسب توقع اُٹھا لینا]

؎ بہ قدرِ حسرتِ دل، چاہیے ذوقِ معاصی بھی/ بھروں یک گوشۂ دامن، گر آبِ ہفت دریا ہو

دامن چھوٹنا۔(محاوراتِ میرؔ،دیوان غالب:۵۶)۔[علاحدگی اختیار کرنا،تعلق باقی نہ رہنا]

؎ سنبھلنے دے مجھے اے نا اُمیدی کیا قیامت ہے/ کہ دامانِ خیالِ یار چُھوٹا جائے ہے مجھ سے

دَم ہونا۔(فیروز اللغات،دیوان غالب:۱۴۸)۔[رَسا ہونا،ضبطِ حصار سے پھوٹ بہنا،وارستہ ہو جانا]

؎ نالے عدم میں چند ہمارے سپرد تھے/ جو واں نہ کھنچ سکے سو وہ یاں آ کے دم ہوئے

یہ تلمیحی محاورہ ہے جس میں غالب نے حضرت آدم کے واقعہ خروجِ جنت کے بارے میں اپنا نکتہ بیان کیا ہے۔ یہ شعر غالب کے مشہور اشعار میں سے ہے۔ اس شعر میں غالب نے جس انداز میں ارمان کے نکلنے کی کسک کو محاورتاً بیان کیا ہے۔

دل ڈرنا۔ج۔(اُر۔ل۔ج،دیوان غالب:۱۳۳)۔[خوفزدہ ہونا،اندیشہ لاحق ہونا،سراسیمہ ہو جانا]

؎ دل ہی تو ہے، سیاستِ درباں سے ڈر گیا/ میں اور جاؤں در سے ترے بِن صدا کیے

غالب کے مذکورہ محاورات پر نگاہ ڈالیے۔معلوم ہوتا ہے کہ غالب نے محاورہ کو از سرِ نو دریافت کیا ہے۔ محاورہ کی ظاہری ہیت اور وضع میں تبدیلی لائے بغیر غالب نے محاورے کی فنی اُٹھان اور فکری تموج کو کہاں لا بٹھایا ہے۔" داغوں کی بہار ہونا، دم چھوٹنا، دم ہونا، دم بند کرنا، دبستان کُھلنا" ایسے محاورے ہیں جو غالب کے علاوہ کہیں اور اس سلیقے سے شعر میں کھپائے ہوئے نظر نہیں آتے۔ غالب نے محاوروں کو اپنے عہد کا ترجمان بنا دیا ہے۔ محاورہ کا مطلب ہی یہی ہے کہ اس میں اپنے عہد کی ممکنہ تمام سچائیاں مدغم ہو کر مثلِ آئینہ قاری کے روبرو ہو جائیں۔ غالب نے گویا محاورات کو ایک نئی پہچان دی ہے۔

دن کو رات کہنا۔(فرہنگ میرؔ،دیوان غالب:۱۱۵)۔[بلا جواز تائید کرنا،اندھی تقلید کرنا]

؎ جسے نصیب ہو روزِ سیاہ میرا سا/ وہ شخص دن نہ کہے رات کو تو کیوں کر ہو

دوزخ میں ڈالنا۔(محاوراتِ نسواں،دیوان غالب:۱۰۹)۔[عبرت گاہ بنا دینا،نہایت خفیف کر دینا]

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

؎ طاعت میں تا، رہے نہ مے و انگبیں کی لاگ/ دوزخ میں ڈال دو کوئی لے کر بہشت کو

دیکھنا۔(وضعِ غالب۔غالب۔دیوان غالب:۵۷)۔[نتیجہ نکلنا، ردِعمل ظاہر ہونا]

؎ دام ہر موج میں ہے حلقہ صد کام نہنگ/ دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گُہر ہونے تک

غالب کے ہاں یک لفظی محاورات بکثرت ملتے ہیں جن میں مفاہیم کا ایک وسیع سلسلہ موجود ہوتا ہے جو ان کی لسانی پختگی کے ساتھ معاشرتی رویوں اور سماج کے فکری تضاد سے آگاہی کا پتا دیتا ہے۔ یہ محاورہ معاشرتی تفاوت اور رکھ رکھاؤ کی کھوکھلی روش کو ظاہر کرتا ہے۔

دُھوپ کھانا۔(فرہنگ میرؔ، دیوان غالب:۱۳۲)۔[فاقہ سے ہونا، بھوک برداشت کرنا]

؎ آگ تاپے کہاں تلک انسان/ دُھوپ کھاوے کہاں تلک جاں دار

ڈ

ڈبو آنا۔(اُر۔ل۔ت، دیوان غالب:۱۴۴)۔[ناکامی سے ہمکنار کرنا، غارت کر دینا، رُسوائی کا سامان بننا]

؎ کی ہم نفسوں نے اثرِ گریہ میں تقریر/ اچھے رہے آپ اُس سے مگر مجھ کو ڈبو آئے

ر

رسم (وراہ) اُٹھنا۔(فرہنگ آصفیہ، دیوان غالب:۱۵۲)۔[رواج ختم ہونا، طریقِ میل جول متروک ہونا]

؎ خاک میں ناموسِ پیمانِ محبت مل گئی/ اُٹھ گئی دُنیا سے راہ و رسمِ یاری ہائے ہائے

رشک سے گزرنا۔(دیوان غالب:۲۸۱)۔[رنجیدگی ظاہر کرنا، ستائش آمیز خفگی کا اظہار کرنا]

؎ نفرت کا گماں گزرے ہے، میں رشک سے گزرا/ کیوں کر کہوں لو نام نہ اُن کا مرے آگے

غالب کا تصور رشک انھیں نام و نسب پر متمکن رکھتا ہے لیکن محبت اور معشوق کے معاملے میں کہیں ضد اور کہیں نیم رضامندی غالب کے ہاں دکھائی دیتی ہے جو ان کے متلون مزاج ہونے کا پتا دیتی ہے۔ غالب کا تصور رشک ان کی شخصیت کا ایک نمایاں پہلو ہے جس کا ذکر بکثرت اشعار میں متنوع کیفیات کی رنگینیاں لیے جلوہ آرا ہے۔

رنج کھینچنا۔(فرہنگ میرؔ، دیوان غالب:۱۸۳)۔[صعوبت اُٹھانا، زحمت گوارا کرنا، صدمہ اُٹھانا]

؎ رنج رہ کیوں کھینچیے، واماندگی کو عشق ہے/ اُٹھ نہیں سکتا ہمارا جو قدم، منزل میں ہے

رنگ لانا۔(ج۔اُر۔ل۔ج، دیوان غالب:۱۸)۔[نتیجہ نکلنا، روپ ظاہر ہونا، تاثیر دکھانا]

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

؎ دیکھیے لاتی ہے اُس شوخ کی نخوت کیا رنگ/ اُس کی ہر بات پہ ہم نامِ خدا کہتے ہیں

غالب کے ہاں رنگوں سے دلچسپی کا عنصر بہت نمایاں نظر آتا ہے جو ان کی فطرت سے دلچسپی اور تہذیب کے رچاؤ سے ہم آہنگی کا پتا دیتی ہے۔ غالب کا حال محبوب کے رنگ کی صورت کھلنے کا منتظر ہے۔ ایک طرف بے نیازی اور دوسری طرف التفات کی جاں نثاری کا عالم دلکش شعری اُسلوب کا شاہکار نمونہ ہے۔

ز

زبان کٹنا۔(اُر۔ل۔ت،دیوان غالب:۳۸۱)۔[خاموش کیا جانا،اظہار مدعا کہنے سے معذور کر دینا(مجازاً)]

؎ رہے نہ جان تو قاتل کو خوں بہا دیجے/ کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے

غالب نے زبان کٹنے ایسے محاورے کو وسیع معنوں میں لفظی مفہوم سے ہٹ کر استعمال کیا ہے جس سے اس محاورے کی وسعت اور حُسن میں اضافہ ہو گیا ہے۔ دل دینے اور لینے کے معاملے میں غالب کا رویہ منفرد رہا ہے کہ دل دے کر لینے والی کی بے اعتنائی کا گلہ معیارِ محبت کے منافی ہے۔اس صورتحال میں خموشی ہی ایک عاشق کو زیب دیتی ہے۔

زلفیں پریشان ہونا۔(فرہنگ غالب،دیوان غالب:۲۰۱)۔[بال بکھرانا،عنایت کی نظر ہونا]

؎ نینداُس کی ہے، دماغ اُس کا ہے، راتیں اُس کی ہیں/ تیری زلفیں جس کے بازو پر پریشاں ہو گئیں

زہر کھانا۔(اُ۔ل۔ت،دیوان غالب:۴۸)۔[اپنی جان لینا،خودکو(کسی کے لیے)ہلاکت میں ڈال لینا]

؎ زہر ملتا ہی نہیں مجھ کو ستمگر! ورنہ/ کیا قسم ہے ترے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکوں

س

ستم دیکھنا۔(ع۔اُر۔ل۔ج،دیوان غالب:۲۱۱)۔[اپنا ظلم و جور دیکھنا(طنزاً)]

؎ اپنے کو دیکھتا نہیں، ذوقِ ستم تو دیکھ/ آئینہ تاکہ دیدۂ نخچیر سے نہ ہو

سر اُڑنا۔(اُر۔ل۔ت، دیوان غالب:۳۶)۔[قتل ہو جانا،مار دیئے جانا،زندہ نہ چھوڑنا]

؎ مرتا ہوں اِس آواز پہ، ہر چند سر اُڑ جائے/ جلاّد کو لیکن وہ کہے جائیں کہ ''ہاں اور''

محبوب کی ستم دیدگی کو دیدۂ نخچیر سے مماثل کر کے غالب نے ہرجائی پنے کو خوب صورتی سے واضح کر دیا

ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

ہے۔ غالب رنگینی دُنیا کے معاملات کو سیدھے سبھاؤ سے قبول کرنے کی بجائے ان میں تشکیک کا پہلو نکال لیتے ہیں۔تن فروشی اور جاں سپاری کا یہ انداز سر کے اُڑنے کے کوئی معنی نہیں رکھتا۔

سر پیٹنا۔(فیروز اللغات، دیوان غالب:۱۸۶)۔[تاسف کرنا، ملامت کرنا]

؎ بیکاریِ جنوں کو ہے سر پیٹنے کا شغل/ جب ہاتھ ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی

جنوں کی بیکاری کو سر کے پیٹنے سے تشبیہ دے کر محاورے میں بیان کرنے کا فن غالب کے ہاں اتنا سہل اور رواں نظر آتا۔ غالب تک آتے آتے اُردو زبان اپنے جملہ اسالیب شعری ونثری میں ترقی کر چکی تھی۔ شاعر ہو یا نثار؛ جذبات واحساسات کے جملہ امکانات کو تحریر میں ڈھالنے کی صلاحیت تبھی رکھتا ہے جب اس کے پاس ذخیرہ الفاظ کا خزینہ موجود ہو۔ غالب کے ہاں زبان کی تمام تر حسیت اور شاعرانہ صناعی کے ممکنہ تمام لوازم موجود تھے جن سے غالب نے پورا فائدہ اُٹھایا ہے۔

سر ہونا۔(اُردو محاورے، دیوان غالب، ردیف، کاف:۵۷)۔[جا لینا، رسائی حاصل کر لینا، جا ملنا]

؎ آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک/کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

سفیدی پھرنا۔(مخزن المحاورات، دیوان غالب:۲۶)۔[عکس لہرانا،تصور مجسم ہو کر جلوہ آرا ہو جانا]

؎ نہ چھوڑی حضرتِ یوسفؑ نے یاں بھی خانہ آرائی/سفیدی دیدۂ یعقوبؑ کی پھرتی ہے زنداں پر

سمجھا دینا۔(ہندوستانی محاورے، دیوان غالب:۳۰)۔[آگاہ کر دینا، ردعمل کے تاثر کا احساس دلانا]

؎ حضرت ناصح گر آئیں دیدہ و دل فرشِ راہ/کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا

یہ محاورہ خالصتاً ہندوستانی تہذیب اور معاشرتی معاملات کے عملی اظہار کا نمونہ ہے جسے غالب نے کمال فن کاری سے شعر سے قالب میں سمو دیا ہے۔ غالب نے اس محاورے کو جو معنی دیے ہیں وہ صرف اسی شعر تک محدود ہیں۔ یہ غالب کی لسانی اُپج اور فکری تموج کا پتا دیتا ہے۔

سینہ شق ہو جانا۔ (اُ۔ل۔ت، دیوان غالب:۱۹۳)۔[انتہائی تکلیف زدہ صورت حال ہونا، ناقابل برداشت صدمہ سے دوچار ہونا]

؎ شق ہو گیا ہے سینہ،خوشالذّتِ فراغ/تکلیف پردہ داری زخمِ جگر گئی

ش

شادی سے گزرنا۔(اُ۔ل۔ت۔ دیوان غالب:۱۷۲)۔[خوشی وانبساط سے حظ اُٹھانا، بےفکری والا اُبالی

ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

پن کا عادت ہونا]

؎ شادی سے گزر کہ غم نہ ہووے/ اُردی جو نہ ہو تو دَے نہیں ہے

شکل سے گزرنا۔ (اُردو محاورے، دیوان غالب: ۲۳۱)۔ [برے حالوں گزرنا، نہایت آزار آمیز کیفیت ہونا]

؎ زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالبؔ/ ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے!

شرم آنا۔ (فیروز اللغات، دیوان غالب: ۲۴۱)۔ [احساسِ ندامت ہونا، پشیمانی ہونا]

؎ کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ/ شرم تم کو مگر نہیں آتی

شرمساری کی لطف انگیزی مینائے ہوائے گل کی شرابی بہار حواس کے شعور کو اُجالنے میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے جو غالب کی شعری حسّیت کا کمال اظہار ہے۔ غالب نے اس محاورے میں اپنی پشیمانی اور مذہبی تقدس کی وَقعت کو جس سادہ اور عام فہم زبان میں بیان کیا ہے؛ یہ ان کی شعری عظمت اور مذہبی وابستگی کا عمدہ نمونہ ہے۔

شیشے اُچھلنا۔ (مخزن المحاورات، دیوان غالب: ۳۲)۔ [انتہائی مسرت کا عالم ہونا، بے خودی میں مدہوش ہونا]

؎ ہیں بسکہ جوشِ بادہ سے شیشے اُچھل رہے/ ہر گوشۂ بساط ہے سر شیشہ باز کا

ص

صورت دیکھنا۔ (ع۔ اُر۔ ل۔ ج، دیوان غالب: ۲۶۱)۔ [ہمت دیکھنا، حوصلہ دیکھنا]

؎ چاہتے ہیں خوبرویوں کو اسدؔ/ آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے

صورت نظر آنا۔ (جدید اُردو لغت، دیوان غالب: ۲۴۱)۔ [تدبیر سمجھ میں آنا، وسیلہ میسر ہونا]

؎ کوئی اُمید بر نہیں آتی/ کوئی صورت نظر نہیں آتی

خوبرویوں کو دیکھنا واقعتاً ہمت اور حوصلے کا کام ہے۔ غالب کے ہاں معمولی سے معمولی خیال انشا کے قالب میں ڈھل کر غیر معمولی ہو جاتا ہے۔ غالب کا یہ خاصہ انھیں اپنے ہم عصر سے ممتاز کرتا ہے۔ صورت دیکھنا محاورے میں غالب نے اُمید و یاس کا فلسفہ انتہائی چابک دستی سے پیش کر دیا ہے۔

ط

طبیعت آنا۔ (فیروز اللغات دیوان غالب: ۲۴۱)۔ [راغب ہونا، متوجہ ہونا، قائل ہونا]

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

؎ جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد/ پر طبیعت ادھر نہیں آتی

طلسم سمجھنا۔(اُر۔ل۔ت۔دیوان غالب:۳۵۱)۔[جادو خیال کرنا، کرشمہ جاننا]

؎ گنجینۂ معنی کا طلسم اُس کو سمجھیے/ جو لفظ کہ غالبؔ مرے اشعار میں آوے

طعن سے کہنا۔(ع۔اُر۔ل۔ج۔دیوان غالب:۳۸۱)۔[نفرین انداز میں کہنا، پھٹکارانہ طریقے سے سخت سست کہنا]

؎ نہ کہیو طعن سے پھر تم کہ ہم ستم گر ہیں/ مجھے تو خو ہے کہ جو کچھ کہو، بجا کہیے

غالب نے مذہبی فکر کے اثبات کا اعتراف اور پھر نفسانی جبر کے آگے سرنگوں ہونے کی بے بسی کو محاورے کی زبان میں کیا ہی خوب صورت اور دلکش انداز میں بیان کیا ہے۔ غالب کے کلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ مذہبی تصورات و اعتقادات کو نہایت خوب صورت اور دلآویز انداز میں بیان کرتے ہیں کہ شعری اُسلوب کا معیار بھی قائم رہتا ہے اور اندازِ بیان سے حَظ بھی اُٹھانے کا پورا موقع مل جاتا ہے۔

ع

عیش ہونا۔(جامع اللغات، دیوان غالب:۵۹)۔[مزے ہونا، ہر طرح کی بےفکری میسر ہونا]

؎ کم نہیں وہ بھی خرابی میں پہ وسعت معلوم/ دشت میں ہے مجھے وہ عیش کہ گھر یاد نہیں

یہ محاورہ سفر کلکتہ کے پس منظر میں اس شعر میں استعمال ہوا ہے۔ غالب کے ہاں مواشی و خانگی مسائل کے بارے میں بےفکری نظر آتی ہے جو ان کی فَقر اور رئیسانہ مزاج کی وجہ سے نمایاں رہی اور عمر بھر غالب اس بے نیازی کے وصف کے پیشِ نظر رنجیدہ بھی رہے۔

غ

غم مٹنا۔(محاوراتِ آتش، دیوان غالب:۱۱۰)۔[کسک فَرو ہونا، پشیمانی دور ہونا، رنجیدگی زائل ہونا]

؎ مٹتا ہے فوت فرصتِ ہستی کا غم کوئی؟/عمرِ عزیز صرف عبادت ہی کیوں نہ ہو

غنچہ چٹکنا۔(اُر۔ل۔ت، دیوان غالب:۲۵۱)۔[ازنِ مدعا ظاہر ہونا، آرزوئے شوق کا وَا ہونا]

؎ وہ گل جس گلستاں میں جلوہ فرمائی کرے غالبؔ/ چٹکنا غنچۂ گل کا صدائے خندۂ دل ہے

غالب کے کلام میں جادوائی اور طلسمی فضا کا فراواں احساس ملتا ہے۔ غالب کو فارسی اُسلوب اور فارسی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ادبیت سے گہرا لگاؤ تھا۔ غالب نے باوجود کوشش کہ کلام میں سادگی اور سلاست کی روایت کو زیادہ استعمال نہیں کیا۔ غالب کا مشاہدہ بلا کا تھا۔ غالب کا فہم ادراک بہت فرواں تھا۔ غالب کی سوچ کا دھارا آفاقی تھا۔ غالب الفاظ کی بُنت اور اس کی تشکیل کے پورے عمل سے نہ صرف واقف تھے بلکہ الفاظ کے لغوی و مرادی معنی میں تغیر کی صلاحیت بھی رکھتے تھے۔

غالب کے ہاں کوئی لفظ اپنے مخصوص سیاق سے ہٹ کر استعمال نہیں ہوا۔ غالب کے ہاں الفاظ کا ایک خاص نظام ملتا ہے۔ "غنچہ چٹکنا، طعن سے کہنا، شیشے ٹوٹنا" ایسے محاورے ہیں جن میں غالب نے اپنے افکار کی حسیت کو شاعرانہ غنائیت سے معمور کر کے یوں پیش کیا ہے جیسے یہ احوال اس پر بیتے نہیں بلکہ ستم کی حد تک روا رہے ہیں۔

ف

فتنۂ محشر ہونا۔ (دیوان غالب: ۴۴)۔ [بلا جواز قائل ہونا، بلاے ناگہانی میں ارداتاً مبتلا ہونا]

؎ جب تک کہ نہ دیکھا تھا قدِ یار کا عالم/ میں معتقدِ فتنۂ محشر نہ ہوا تھا

فریب کھانا۔ (فیروز اللغات، دیوان غالب: ۴۲)۔ [دُھوکے میں آنا، بلاتوقع طرفداری پر اُتر آنا]

؎ گرچہ ہوں دیوانہ پر کیوں دوست کا کھاؤں فریب/ آستیں میں دشنہ پنہاں، ہاتھ میں نشتر کھلا

غالب نے دیوانگی کو شعور کے ساتھ نسبت دے کر عشق کے معیار کو بلند کر دیا ہے جس کا اظہار لفظ فریب ایسے محاورے سے کرنا؛ لائق داد ہے۔

ق

قدر ہونا۔ (محاورات داغ، دیوان غالب: ۲۸)۔ [وَقعت ہونا، ہر دل عزیزی ہونا، ناموری ہونا]

؎ تھی وطن میں شان کیا غالبؔ کہ ہو غربت میں قدر/ بے تکلف ہوں وہ مُشتِ خس کہ گلخن میں نہیں

قسمت میں ہونا۔ (اُر۔ل۔ت، دیوان غالب: ۸۲)۔ [نصیب میں ہونا، تقدیر میں لکھا ہونا]

غالب بھی مالی تفکرات کی وجہ سے خاصا پریشان رہے۔ دربار داری کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی رہا اور انانیت حد درجہ بڑھی ہونے کی وجہ سے انھیں اپنی شہرت اور شاعرانہ عظمت کے حسن توقع عزت و ناموری نہ ملنے کا شکوہ رہا؛ جس کا اظہار مذکورہ محاورے میں آیا ہے۔ غالب کے ہاں لفظیات کی حسّیت کو جس قدر واضح انداز میں تجسیم کاری کا اظہار دیا گیا ہے وہ کسی اور شاعر کے ہاں بہت کم دکھائی دیتا ہے۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

؎ حیف اُس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالبؔ/ جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

(ہاتھ) قلم ہونا۔(فیروز اللغات، دیوان غالب:۱۸۴)۔[کٹ جانا، تحریر و تخلیق کے قابل نہ رہنا]

؎ لکھتے رہے جُنوں کی حکایاتِ خوں چکاں/ ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے

ک

کام سے جاتا رہنا۔(اُر۔ل۔ت، دیوان غالب:۱۲۵)۔[ناکارہ ہو جانا، کچھ کر نہ سکنا]

؎ ہاتھ ہی تیغ آزما کا کام سے جاتا رہا/ دل پہ اک لگنے نہ پایا زخم کاری ہائے ہائے

کرنا۔(وضعِ غالب۔دیوان غالب:۱۳۳)۔[کارہائے نمایاں انجام دینا(طنزا)]

؎ بے صَرفہ ہی گزرتی ہے، ہو گرچہ عمرِ خضر/ حضرت بھی کل کہیں گے کہ ہم کیا کیا کیے

کس کے باندھنا۔(محاوراتِ مصحفی۔دیوان غالب:۳۹)۔[ناز و ادا سے گرہ لگانا، چھیڑ کرنا]

؎ ہے کیا جو کس کے باندھیے، میری بلا ڈرے/ کیا جانتا نہیں ہوں تمھاری کمر کو میں

کندھا بدلنا۔(دلی کے محاورے، دیوان غالب:۱۲۸)۔[پہلو بدلنا، ادید نہ ہونے پانا، جلوہ آرائی موقوف ہونا(طنزاً)]

؎ پینس میں گزرتے ہیں جو کوچے سے وہ میرے/ کندھا بھی کہاروں کو بدلنے نہیں دیتے

غالب کے ہاں محاوراتی زبان میں زندگی کا گہرا سے گہرا اور دقیق سے ناقابل فہم فلسفہ بھی انتہائی رواں اور سہل انداز میں بیان ہوتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے۔غالب کے ہاں یک لفظی محاورے بھی پورے طُمطراق کے ساتھ شعری اُسلوب میں مثلِ نگینہ اشعار میں یوں مُدغم ہو جاتے ہیں کہ محاورہ اپنی جگہ بنا لیتا ہے اور شعر کے مجموعی موضوع پر بار بھی نہیں بنتا۔غالب کے ہاں حُسن و عشق کے غمزوں کو آرائش دینے اور ان سے حَظ اُٹھانے کا عنصر بہت نمایاں طور پر ملتا ہے۔

کھیل سمجھنا۔(اُر۔ل۔ت، دیوان غالب:۱۶۸)۔[شغل کرنا، دل لگی کرنا، معمولی لینا]

؎ کھیل سمجھا ہے، کہیں چھوڑ نہ دے، بھول نہ جائے/ کاش یوں بھی ہو کہ بِن میرے ستائے نہ بنے

(نعش) کھینچے پھرنا۔(اُردو محاورے، دیوان غالب:۲۷)۔[رُسوا کرنا، عبرت کی رُو سے ہر جگہ پھرانا]

؎ گلیوں میں میری نعش کو کھینچے پھرو کہ میں/ جاں دادۂ ہوائے سرِ رہ گزار تھا

غالب کے ہاں اغماض اور اقرار کے ساتھ اعتراف کا عنصر نمایاں دکھائی دیتا ہے۔بن جانے اور نہ بن

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

پانے کے فرق کو غالب سے بہتر شعر میں کسی اور کے ہاں کم دیکھا ہے۔

کیا فرض ہے! (وضعِ غالب۔ دیوان غالب:۲۸۱)۔ [ضروری نہیں، لازم نہیں، قاعدہ نہیں]

؎ کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب/ آؤ نا ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

(کیا) منہ دکھائیں/ دکھانا۔ (فیروز اللغات، دیوان غالب:۵۰)۔ [شرمساری ہونا، نہایت خفت محسوس کرنا]

؎ جور سے باز آئے پر باز آئیں کیا/ کہتے ہیں ہم تجھ کو منھ دکھلائیں کیا

استفہامیہ لب و لہجے کے حامل اس شعر میں کوہ طور ایسی تلمیح کی مدد سے غالب نے جو سوال محاوراتی زبان میں اُٹھایا وہ جہاں ان کی ظرافت طبع کا پتا دیتا ہے وہاں ان کی فکر کی تموج کا احساس بھی دلاتا ہے۔ غالب کے ہاں یہ معاملہ ہے کہ اعتراف ذات کے معاملے میں ہمیشہ ان کے ہاں پہل دکھائی دیتی ہے۔ غالب کے ہاں استفہامیہ لب و لہجے کی جو گھن گرج نظر آتی ہے۔ یہ ان کی لسانی وفکری پختگی کا واضح ثبوت ہے۔

گ

گزارہ کرنا۔ (ج۔ اُر۔ ل۔ ج، دیوان غالب:۵۶)۔ [جیتے رہنا، زندہ رہنا]

؎ گزری نہ، بہر حال، یہ مدت خوش و ناخوش/ کرنا تھا جواں مرگ گزارہ کوئی دن اور

یہ محاورہ غالب نے اپنے بھانجے عارف کی اچانک وفات کے گہرے دُکھ کے اظہار کے لیے استعمال کیا ہے؛ جس سے ان کی عارف سے محبت کی شدت محسوس کی جا سکتی ہے۔ غالب کے تخیل کی بلند پروازی مذکورہ محاورے میں برملا دیکھی جا سکتی ہیں۔

گیا وقت ہونا۔ (محاورات غالب، دیوان غالب:۴۸)۔ [گزرا ہوا وقت ہونا، ناقابل عُود موقع ہونا]

؎ مہرباں ہو کے بُلا لو مجھے چاہے جس وقت/ میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں

ل

لانا۔ (وضعِ غالب۔ دیوان غالب:۹۱)۔ [ڈھونڈنا، تلاش کرنا، بطور مثال سامنے لے آنا]

؎ آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشا کہیں جسے/ ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

لڑکوں کا کھیل/ ہونا۔ (فرہنگ میرؔ، دیوان غالب:۳۳)۔ [معمولی اور نہایت سہل کام ہونا]

؎ قطرے میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جز میں کل/ کھیل لڑکوں کا ہوا دیدۂ بینا نہ ہوا

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

لہو پانی ہونا۔(جدید اُردولغت، دیوان غالب:۱۲)۔[نہایت رنج وقلق کا عالم ہونا]

؎ نہیں معلوم کس کس کا لہو پانی ہوا ہوگا/ قیامت ہے سرِ شک آلودہ ہونا تیری مژگاں کا

غالب کے ہاں شدید قسم کی جذباتیب میں بھی تعمیری اور ظرافت آمیز رفت خیالی کا عنصر ملتا ہے جس سے طبیعت یاسیت کی بجائے نشاط آمیز ہو کر محاورے شاعرانہ تخیل سے نہ صرف حظ اُٹھاتی ہے بلکہ محاوراتی اُسلوب کے دلکش انداز سے متاثر بھی ہوتی ہے۔

لہو ٹپکنا۔(فرہنگ غالب، دیوان غالب:۱۵۸)۔[انتہائی افسردگی اور رنجوری کا عالم ہونا]

؎ ٹپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن/ ہماری جیب کو اب حاجتِ رفو کیا ہے

غم کی شدت کے پیش نظر آنکھوں سے لہو ٹپکنے کا منظر جس طرح غالب نے اس محاورے میں بیان کیا ہے وہ اپنے اندر تہذیبی رویوں اور معاشرتی انتشار کی نفسیاتی اُلجھنوں کو سمجھنے میں بھرپور مدد فراہم کرتا ہے۔اس شعر اور اس محاورے کا جواب نہیں۔ غالب جذبات کی انتہائی گہری سطح کو ارتعاشیاتی انداز میں جس طرح مہمیز کرتے ہیں یہ ان کے تخیل کی رسائی کا پتا دیتا ہے۔

لیے جانا۔(وضع غالب،۳۱۱)۔[اُڑائے جانا،شریکِ سفر رکھنا،ہمراہ لے جانا]

؎ لیے جاتی ہے کہیں ایک توقع غالبؔ/ جادۂ رہ کششِ کافِ کرم ہے ہم کو

م

مارے ہوئے ہونا۔(وضعِ غالب۔فرہنگ غالب،۲۸)۔[ستائے ہوئے ہونا، بے کسی و لاچاری میں پڑے ہونا]

؎ بسکہ ہیں ہم اک بہارِ ناز کے مارے ہوئے/جلوۂ گل کے سوا گرد اپنے مدفن میں نہیں

مزہ پانا۔(ع۔اُر۔ل۔ج۔دیوان غالب:۵۱)۔[لطف لینا،حظ اُٹھانا،راحت کشید کرنا]

؎ عشق سے طبیعت نے زیست کا مزہ پایا/ درد کی دوا پائی دردِ لا دوا پایا

مضمون کھلنا۔(فرہنگ غالب، دیوان غالب:۳۲۱)۔[مدعا ظاہر ہونا،موانست کا علم ہونا، اظہارِ محبت ہونا]

؎ کھلے کا کس طرح مضموں مرے مکتوب کا، یا رب!/قسم کھائی ہے اُس کافر نے کاغذ کے جلانے کی

غالب کے کلام میں محاورات کا ایک خزینہ موجود ہے جسے ترتیب دے کر غالب کی محاوراتی گرفت کو مزید واضح کیا جا سکتا ہے۔ غالب نے روزمرہ اور محاورہ میں فرق کا ایک مصنوعی بُعد کلام میں روا رکھا ہے جس سے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

محاورے اور روزمرہ میں فرق سامنے آیا ہے۔ غالب کے ہاں بعض محاورے ایسے بھی موجود ہیں جن کے باطن میں وسعتِ معنی کی تنگ دامانی کا احساس ملتا ہے تاہم غالب کے ہاں ان کی ایک شان اور انفرادیت قائم ہے۔

غالب کی فکر کا رواں دھارا ہے جو زمین و آسمان کی تحدید سے ہمیشہ ماورا رہ کر مبہم و مفتہم حقیقتوں کی عکاسی کرتا نظر آتا ہے۔ غالب کے کلام کا لسانی جائزہ لینے سے معلوم ہوگا کہ غالب کے ہاں زبان اُردو کی پرتیں ہنوز طشت از بام نہیں ہوسکیں۔

منفعل چاہنا۔(محاورات داغ، دیوان غالب:۳۸)۔[خیال سے بدگمانی کی بو آنا،سلیف ایسٹی میٹ کو مس انڈ سٹینڈ کرنا]

ع ظالم مرے گماں سے مجھے منفعل نہ چاہ/ ہے ہے خدا نہ کردہ تجھے بے وفا کہوں

منھ دیکھنا۔(دلی کے محاورے،۱۴۱)۔[دریافت کرنا، کچھ کہنے سننے کو منتظر ہونا]

خط کی روایت گو،اب موقوف ہوگئی ہے لیکن اظہار جذبات کے وسیلے اب بھی عشاق ڈھونڈتے ہیں کہ زبانی حالِ دل کہاں تک کہا جا سکتا ہے۔اس محاورہ میں غالب اپنے عہد کی اس روایت کا پورا منظر نامہ بیان کر دیا ہے۔

ع دے کے خط منھ دیکھتا ہے نامہ بر/ کچھ تو پیغامِ زبانی اور ہے

مہربان ہونا۔(محاورات داغ، دیوان غالب:۲۱۱)۔[التفات کرنا، رضامندی ظاہر کرنا (کنایتاً)]

ع نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنوں سے تو غالب/ ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھ پر مہرباں کیوں ہو

غالب کے ہاں محبوب سے چھیڑ کا عنصر دلکش انداز میں ملتا ہے۔محبوب کے سامنے پشیمانی کا بیان ہو؛ کہ نسب وحسب کے تفاخر کا معاملہ ہو؛ غالب ہر جگہ اپنا معیار اور مقام مدنظر رکھتے ہوئے کام نکال لینے کا ہنر جانتے ہیں۔ غالب کے ہاں غم کی انتہائی یاسیت زدہ صورت احوال میں بھی جینے اور زندگی کے ہر طرح کے مصائب و آلام سے نباہ کرنے کا حوصلہ موجود ہے۔ یہی وصف ان کی شاعری اور شخصیت کو متاخرین کے لیے لائقِ تقلید بناتا ہے۔

ن

نام کے عاشق ہونا۔(محاوراتِ ذوقؔ۔دلی کے محاورے،۱۶۰)۔[نام پر مٹے ہونا، محض دکھاوے پر مرے ہونا]

ع خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو/ ہم تو عاشق ہیں تمھارے نام کے

نام نہ لینا۔(اُر۔ل۔ت۔دیوان غالب:۲۸۱۔[ہرگز ذکر نہ کرنا)۔[رشک کے باعث) نفرین ظاہر کرنا]

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

؎ نفرت کا گماں گزرے ہے، میں رشک سے گزرا/ کیونکر کہوں لو نام نہ اُن کا مرے آگے

نسبت ہونا۔(اُر۔ل۔ت، دیوان غالب:۹۱)۔[تعلق ہونا، وابستگی ہونا]

؎ گو واں نہیں، پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں/ کعبے سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی

نکالے ہوئے ہونا۔(دیوان غالب:۹۱)۔[ٹھکرائے ہوئے ہونا،نظرانداز کیے ہونا]

؎ گو واں نہیں، پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں/ کعبے سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی

نگاہ اُترنا۔(تصرفِ غالب،۳۱)۔[سرائیت کرنا، رسائی لینا، کارگر ہوجانا]

؎ دل سے تری نگاہ جگر تک اُتر گئی/ دونوں کو اک ادا میں رضامند کر گئی

و

وعدے پر جینا۔(اُردو محاورے، دیوان غالب:۱۳)۔[آس پر جینا، ایفاے وعدہ پہ بیٹھے ہونا]

؎ ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا/ کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

ولی سمجھنا۔(وضعِ غالب۔فرہنگ غالب،۱۳)۔[نیک سمجھنا، پارسا جاننا]

؎ یہ مسائلِ تصوف، یہ ترا بیان غالبؔ/ تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

غالب کے ہاں اغماض اور اس کے ردِعمل کو محاوراتی زبان میں ادا کرنے کی خوبی ان کے ہم عصر شعرا کی نسبت زیادہ واضح اور سلجھے انداز میں دکھائی دیتی ہے۔ولی سمجھنا محاورہ معاشرتی رکھ رکھاؤ اور ظاہر و باطن کے چاپلوسیانہ رویئے کا مظہر ہے جسے غالبؔ نے کمال ہنرمندی سے صوفیانہ فکر سے ہم آہنگ کر کے انسانی نفسیات کی حسّاسیت پر چوٹ کی ہے۔

وہ دن گئے۔(محاورات داغ، دیوان غالب:۸۳)۔[وقت گزر گیا، موقع محل نہ رہنا]

؎ ہے ایک تیر جس میں دونوں چھدے پڑے ہیں/ وُہ دن گئے کہ اپنا دل سے جگر جُدا تھا

ہاے ہوز

ہاتھ پاؤں پھول جانا۔(ج۔اُر۔ل۔ج، دیوان غالب:۱۷۰)۔[خوشی سے نہال ہو جانا، انتہائی جذباتی ہوجانا]

؎ اسدؔ خوشی سے مرے ہاتھ پاؤں پھول گئے/ کہا جو اُس نے ذرا میرے پاؤں داب تو دے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ہاتھ ٹوٹ جانا۔(اُر۔ل۔ت، دیوان غالب:۸۱)۔[بے کاری ہو جانا، کام کے قابل نہ رہنا]

؎ بیکاری جنوں کو ہے سر پیٹنے کا شغل/ جب ہاتھ ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی

ہنسی میں ٹالنا۔ع۔(اُر۔ل۔ج، دیوان غالب:۸۴)۔[بے وقعتی کو ٹالنا، اغماضی رویے کو ہنسی میں اُڑا دینا]

غالب کے ہاں محبوب سے وصال کا لطف فراق آمیز ازن طلبی میں پوشیدہ ہے۔نزاکت آفرینی کا یہ معاملہ غالب کو شعری اُسلوب میں پورے طور سے نبھانے اور کھپانے کا سلیقہ آتا ہے۔غالب کی خستگی اور شکستگی کو محاورے کے کینوس میں شگفتہ رنگ سے رنگین صرف غالب ہی کر سکتے ہیں۔غالب کے خود اذیتی خود پرستی میں بدل جاتی ہے جو ان کے تاسف زدہ مزاج کو شگفتہ بنانے میں اہم کردار کرتی ہے۔

؎ دے وہ کس قدر ذلت ہم ہنسی میں ٹالیں گے/ بارے آشنا نکلا اُن کا پاسباں اپنا

ہو رہنا'' کچھ نہ کچھ''۔(تصرفِ غالب، دیوان غالب:۵۰)۔[حادثہ پیش آنا، حالات خراب ہونا]

؎ رات دن گردش میں ہیں سات آسماں/ ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

غالب کی شخصیت اور شاعری اپنے اندر اضطراب اور بے چینی پائی جاتی ہے جس سے ان کی شاعرانہ تخلیقی صلاحیتوں کو جلا ملی ہے۔

یائے تحتانی

یاد آنا۔(اُ۔ل۔ت، دیوان غالب:۲۴)۔[کسک محسوس ہونا، بازگشت سنائی دینا]

؎ دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز/ پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا

دیوانِ غالب میں مرزا غالب کے کلام میں محاورات کی گرفت کا لسانیاتی جائزہ لینے سے یہ امر واضح ہوا کہ غالب نے اپنے کلام کو محاورات سے مرصع کیا ہے۔غالب کے محاورات کا لسانی جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوگئی کہ غالب کے ہاں محاورات کا ایک خاص نظام موجود ہے جس نے صنعتِ محاورہ کو وسعتِ معنی سے ہمکنار کیا ہے۔غالب نے محاورات کو ان کے مرادی ولغوی معنی میں استعمال کرنے کی بجائے ان کی ترسیل وتوضیح میں اضافہ کیا ہے۔غالب کے ہاں سیکڑوں ایسے نئے محاورے وضع شدہ صورت میں استعمال ہوئے ہیں جن سے صنعتِ محاورہ کی روایت کو مزید استحکام ملا ہے۔غالب کی محاوراتی گرفت بلاشبہ بلا کی ہے جس سے فنِ محاورہ کی اہمیت و افادیت کو ایک وقار ملا ہے جو متاخرین کے لیے سند کی حیثیت رکھتا ہے۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

حواشی

۱۔ ڈاکٹر سلیم اختر، "اُردو زبان کی مختصر ترین تاریخ"، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء)،ص ۲۹
۲۔ ڈاکٹر روبینہ ترین، "اُردو کے نمائندہ کلاسیکی غزل گو"، (لاہور: عبداللہ برادرز، ۲۰۱۰ء)،ص ۳۱۷
۳۔ نریش کمار، "محاوراتِ غالب"، (مرتب)، (دہلی: کتب خانہ انجمن ترقی اُردو ہند، ۱۹۷۲ء)،ص ۰۳
۴۔ ڈاکٹر شہباز ملک، "ساڈے اکھان"، (لاہور: ڈان بک سوسائٹی، ۱۹۷۸ء)،ص ۱۲
۵۔ مرزا مقبول بیگ بدخشانی، "قواعد اردو پنجابی"، (لاہور: عزیز بک ڈپو، ۱۹۷۳ء)،ص ۲۹۴
۶۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، "تاریخ ادب اردو"، (جلد سوم)، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۸ء)،ص ۲۳۴

مآخذ

۱۔ اختر، سلیم، ڈاکٹر، "اُردو زبان کی مختصر ترین تاریخ"، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء
۲۔ بدخشانی، مرزا مقبول بیگ، "قواعد اردو پنجابی"، لاہور: عزیز بک ڈپو، ۱۹۷۳ء
۳۔ ترین، روبینہ، ڈاکٹر، "اُردو کے نمائندہ کلاسیکی غزل گو"، لاہور: عبداللہ برادرز، ۲۰۱۰ء
۴۔ جالبی، جمیل، ڈاکٹر، "تاریخ ادب اردو"، (جلد سوم)، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۸ء
۵۔ کمار، نریش، "محاوراتِ غالب"، (مرتب)، دہلی: انجمن ترقی اُردو ہند، ۱۹۷۲ء، ص ۰۳
۶۔ ملک، شہباز، ڈاکٹر، "ساڈے اکھان"، لاہور: ڈان بک سوسائٹی، ۱۹۷۸ء